... ... سے بالکل اندرونی اور دینی

معاملات میں در آئے لیکن پورے پاکستان کے مقتدرین اور مخالفین میں سے کسی کو یہ جرأت نہیں کہ وہ ایران میں ۳۸ فیصد مسلمانوں کے حقوق کی بات کرے انکی معاشی بدحالی ملازمتوں میں ناانصافی اور دینی پامالی پر اپنی مثبت رائے کا اظہار کرے ـــــ امریکی و روسی لفنگے پاکستان میں بیٹھ کر اپنے ملک کی سفارت کاری کی بجائے کلچر اور جنس کی پیوندکاری میں جتے ہوئے ہیں اور عملی و فکری حرام کاری کے لئے اُنہوں نے پالیسیوں اور بوریوں کے دہانے کھول دیئے ہیں۔ مُلّا ازم مولویت کے نام پر دین کو بالواسطہ گالیاں بک رہے ہیں اور دین کے متفقہ مسائل کو متنازعہ بنایا جارہا ہے۔ انسانی ضمیر کی بولی لگ رہی ہے۔ پارلیمنٹ اور وزیروں کی کوٹھیاں مچھلی مارکیٹ میں بدل کر رہ گئی۔ آرزوئیں پامال، تمنائیں بدحال اور مسخ اشکال ـــــ مشرقی پاکستان اُنہوں گنوادیا۔ دو قومی نظریہ بر ہم پتر میں ڈبویا اور اب دریائے سندھ کی رنگت بدل رہی ہے۔ کشمیر اور وولر بیراج اقتدار کی مدت طویل کرنے کی ترپ چالیں ہیں۔ میرے اللہ یہ سب کیا ہے! یہ انسانوں کی بستی ہے جسمیں انسان نام کی نعمت دیکھنے کو آنکھیاں ترستیاں ہیں۔ انسانوں کی بستی پاکستان سے اسلام ہجرت کر رہا ہے دیکھتی آنکھوں اور سنتے کانوں پاکستان اسلام کی قتل گاہ بن رہا ہے۔ قائداعظم علامہ اقبال نے تو ایسا پاکستان نہیں بنایا تھا یہ تو غلام محمد، سکندر مرزا، مارشل لاء، ذوالفقار علی بھٹو، بیگم نصرت بھٹو اور بے نظیر کا پاکستان ہے۔ سیاستدانوں، حکمرانوں اور اے علماء سیاست ہمیں علامہ اقبال کا پاکستان دیدو۔ اور اگر تم وہ پاکستان نہیں دے سکتے تو ہم تمہیں بہر نوع مردود قرار دیتے ہیں تم دین اور اُمتِ رسول کے قاتل ہو تم ہی وہ مجرم ہو جنکی سزا تو ہیں پاتی ہیں۔

اے اللہ اور اے اُمتِ رسولؐ گواہ رہنا کہ ہم ان مجرموں سے لاتعلق ہیں اور اُنکے اعمالِ خبیثہ سے بری ہیں ـــ!

اظہارِ تعزیت

جامع مسجد احرار ربوہ کے خطیب مولانا اللہ یار ارشد کی ہمشیرہ گزشتہ ماہ انتقال فرما گئیں۔ اسی طرح سید سلیمان شاہ بخاری کے والد ماجد جناب سید حسام الدین بخاری بھی انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرماکر درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔ قارئین نقیبِ ختمِ نبوت سے التماس کہ مرحومین کی مغفرت کیلئے خصوصی دعا کا اہتمام فرمائیں۔ [ادارہ] ـ!

سید عطاء المحسن بخاری

تاسیسِ احرار اور اُسکا پس منظر

دینی عقائد، افکار اور تصورات سے محروم لوگ جب اپنی بقا کی جنگ لڑتے ہیں تو اُن کے سامنے نہ تو کوئی شخصی معیار ہوتا ہے اور نہ ہی فکری اساس و روایت بلکہ وہ اپنے معروضی حالات کے پیشِ نظر ذاتی جستجو اور انفرادی عقل کو اجتماعی شعور میں متشکل کرتے اور جد و جہد کا آغاز کرتے ہیں ایسے افراد ہر قوم و ملک کی تاریخ کا حصہ ہیں لیکن دینِ اسلام کے نزول اور سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد یہ تصور ہمیشہ کے لئے باطل قرار دیا گیا۔ خصوصاً آپ کی ۲۳ برس کی زبردست دینی انقلابی جد و جہد کے نتیجے میں ایک ایسے معاشرے کا قیام کہ جس کو اللہ نے مُتَّقُوْن، مُفْلِحُوْن، رَاشِدُوْن اور فَائِزُوْن کے محترم ناموں سے یاد کیا ہو اور جن پر رضی اللہ عنہم کی رداءِ رضا ڈال دی ہو —— یعنی اللہ کا پسندیدہ دین اپنی تمام مادی و روحانی صفات سمیت انسانی سماج کی صورت میں عروج پر پہنچ چکا ہو اس کے بعد کوئی سی انفرادی فکر اور کوئی دوسرا شخصی معیار قائم کرنے کی دھن یقیناً جہالت ہے۔

مسلمانوں کی چودہ سو سالہ سیاسی و اجتماعی تاریخ پر گہری نظر ڈالنے سے یہ بات مزید واضح اور روشن ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں پر جب بھی زوال آیا اس کا سبب یہی انفرادی فکر اور ذاتی تشخص کا روگ ہے اس سلسلہ میں سب سے پہلا حادثہ بنو عباس اور فاطمیین کی آویزش ہے۔ جس نے صدیوں تک اُمتِ مسلمہ کو اجتماعیت سے محروم رکھا۔ ان کے عہد میں عجمی سازش فکری گمراہیوں اور عملی بدکاریوں کی صورت میں عروج پر تھی۔ اسکی بنیادی وجہ یہودیوں، رومیوں اور ایرانیوں کی وہ ذلت آمیز شکست تھی جس سے انکی صدیوں پرانی حکومتوں کا خاتمہ ہو گیا تھا اور انہیں دینی حکومتوں کا باج گزار ہو کر رہنا پڑا تھا —— اس میدانی شکست کا انتقام انہوں نے اپنی فکری سازش اور ثقافتی لذتیت کی آمیزش سے کیا وہ مسلمان جو عہدِ صحابہؓ سے بہت دور نکل گئے تھے وہ لذتیت کی کلچرل دلدل میں اس بُری طرح دھنس گئے تھے کہ اس سے ان کا نکلنا ممکن نہ رہا تھا اور وہ عجمی سازش کے مرگھٹ پر قتل کر دیئے گئے اور دینی تہذیب بھی انہی کے ساتھ منتشر ہو کر رہ گئی تھی۔ عبدُالرحمٰن الدّاخل بنو اُمیّہ کے فرزندِ جلیل نے جب اُندلس میں مسلمانوں کی ہیئتِ

اجتماعیہ کا احیاء کیا تو اس کے اثرات دوبارہ بلادِ اسلامیہ میں پھیلے اور اصلاح کی تحریکوں نے جنم لیا لیکن ان مصلحین رحمہم اللہ کی تحریکوں کی بنیاد ان کے تشخص یا تفرد پر نہ تھی بلکہ وہ سنّتِ رسول کے احیاء کے محرک و مجدد بن کر میدانِ عمل میں بڑھے اور انہوں نے ایک مرتبہ پھر ایرانی، یونانی، رومی اور یہودی کلچر کو زبردست شکست دی ——— ہندوستان کی سرزمین میں بھی اسی سے ملتا جلتا تجربہ ہوا۔ محمد بن قاسم ثقفی مرحوم و مغفور سے لیکر اورنگ زیب عالمگیر کے عہد تک مسلمان کسی نہ کسی اعتبار سے ہندوستان کی اجتماعی سیاست و حکومت پر قابض رہا۔ مسلمانوں کے اس قبضہ و تسلط کی وجہ سے جو قوم سب سے زیادہ خسارہ و ذلّت میں آئی وہ ہندوستان کا برھمن تھا۔ برھمنوں کے مملوک کھشتری، ویش اور شودر دھڑا دھڑ مسلمان ہوئے مگر برھمن آخر وقت تک دین کے اقتدار کو قبول کرنے سے گریزپا اور نفور رہا اور بالکل ایرانیوں اور یہودیوں کی طرح دین کی فکری اساس قرآن و سنّت میں تحریف و ترمیم کی سازش میں مصروف ہو گیا۔ اور اپنی میدانی شکست کے انتقام کے لئے فکری پگڈنڈیوں کی تاریک راہوں پر چلتا ہوا ہمایوں کے دور میں نمایاں ہوا۔ سوءِ اتفاق کہ ہمایوں کو اپنی انفرادی طاقت بحال رکھنے کے لئے ایران سے بھیک مانگنا پڑی یوں ہندوستان کے برھمن اور ایران کے آتش پرست ہمایوں کی فکری آوارگی کو مستند بنانے میں متحد ہو گئے اور اسکے نتیجہ میں مسلم ہندوستان کے مغل حکمران باہم دست و گریبان ہوئے اور انتشار و افتراق کا بغدادی تجربہ ہندوستان میں دہرایا گیا۔

یہود و نصارٰی دو ایسی خبیث قومیں ھیں جن کی خیانتوں اور اجتماعی بدعنوانیوں کی وجہ سے اللہ نے انہیں اپنا دشمن قرار دیا ہے[۱]۔ جو قومیں اللہ کی دشمن ہوں وہ اللہ کی مخلوق کی کیسے دوست ہو سکتی ھیں مشرقِ وسطیٰ میں وہ اپنے انتقام کو آخری شکل دینے میں مصروف تھیں اور ہندوستان پر ان کی زبردست نگاہ تھی کیونکہ ہندوستان فطری خزانوں سے معمور سرزمین تھی اور ان دونوں دشمنوں کو یہ کب گوارا تھا کہ ہندوستان اور عرب کا مسلمان اس نعمت سے تنہا فائدہ اُٹھائے اور اقتصادی و معاشی طور پر مستحکم تر ہوتا چلا جائے اور اُنھیں مسلمانوں کا زیر دست ہونا پڑ جائے۔ چنانچہ سولہویں صدی میں فرنگی شاہجہان کے دربار میں مہمان ہوا اور قربِ شاہ میں کرسی نشین ہو گیا۔ تجارت و معیشت کے راستے سے اس نے ہندوؤں اور ایرانیوں کو دوستی کے شیشے میں اُتار لیا اب مسلمانوں کے تین دشمن تاریکیاں عام کرنے

---

۱ سورۂ مُمتحِنَۃ ۲۸ پ سورہ مائدہ ۶ پ آیت ۵۱

کے لئے متحد ہو گئے ——— مگر اللہ کی تدبیر انسانی فکر پر ہمیشہ غالب رہی ہے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ[1] نے قرآن و سنت کے احیاء کی تحریک کا آغاز کر دیا۔ اور اس کے لئے مجدد صاحب نے سر دھڑ کی بازی لگا دی لبعض اعیانِ سلطنت اور امراءِ حکومت جہانگیر کی حکومت میں مجدد صاحب کی اطاعت پر کمربستہ ہو گئے۔ ہندو برہمن ایرانی روافض اور فرنگی تاجر کی ملی بھگت سے مجدد صاحب جہانگیر کے عتاب کا شکار ہو گئے پابہ جولاں دربار میں بھی پیش کئے گئے اور جیل بھجوا دیئے گئے

مجدد صاحب کے معتقدین اور متوسلین بھی عتابِ شاہی کی زد میں آ گئے اور تحریکِ مجدد کا شیرازہ ظلم و جور سے بکھیر دیا گیا۔ ایرانی دھرم کے شاہی کارندوں نے جہانگیر کے گرد کچھ اس طرح اپنا ثقافتی جال بچھایا کہ نور جہاں جو فی الحقیقت ظلمت جہاں تھی۔ جہانگیر کے جسم و روح پر حاوی ہو گئی اور نور اللہ شوستری دربار میں حاوی ہو گیا۔ نور اللہ شوستری ایرانی دھرم کا سب سے بڑا سیاسی مہرہ تھا جو نور جہاں کی روح میں پیوست تھا۔ نور جہاں اس کیلئے وہ سب کچھ کر گزرتی جو حسن بن صباح کی ایرانی دیویاں کر گزرتی تھیں حضرت مجدد صاحب۔ نور اللہ مرقدہٗ کے علم میں یہ بات تھی وہ اس کے لئے کسی موقع کی تلاش میں تھے جہانگیر کے دربار میں جہاں نور اللہ شوستری کی ظلمت کا غلبہ تھا۔ وہاں ابھی حضرت مجدد صاحب کے ایک دو متوسل موجود تھے ایک روز دربار میں یہ بحث چل نکلی کہ اہل سنت والجماعت کے اسلاف کے بارے میں روافض کے تصورات نہایت غلیظ ہیں۔ جہانگیر نے بنفسِ نفیس مداخلت کر کے اسکو رد کیا لیکن اس مردِ حق نے نہایت حلم و حکمت سے کام لیتے ہوئے جہانگیر سے کہا کہ نور اللہ سے پوچھئے کہ یہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے بارے میں کیا رائے رکھتا ہے اس نے کہا کہ قرآن پاک میں جِبْتْ اور طَاغُوْت انہی کو کہا گیا ہے دربار پر سناٹا چھا گیا مگر جہانگیر ٹس سے مس نہ ہوا۔ ان صاحب نے کہا کہ اس سے پوچھو کہ حضرت سلیم چشتیؒ کے بارے میں اسکی کیا رائے ہے؟ شوستری سے پوچھا گیا تو اس نے بے دھڑک کہہ دیا کہ "مرد آبلہ بود" ایک بے وقوف آدمی تھا۔ جہانگیر سنتے ہی سیخ پا ہو گیا اور بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا "زبانش بر کنید" اسکی زبان گدی سے کھینچ لو۔ چنانچہ "مجددی کارکنوں" نے اس موقع کو غنیمت شمار کیا اور اسکی زبان کھینچ لی۔ نور جہاں تڑپ کے باہر نکل آئی مگر قضا کا وار مکمل ہو چکا تھا۔ مجدد صاحب ریاست میں عملی انقلاب تو برپا نہ کر سکے لیکن فکری اصلاح اور روحانی انقلاب

---

[1] پیدائش ۱۵۶۳ — ۱۶۲۴ وفات